قصیدہ ''درصنعت ترصیع''

درمدح امام المتقین حضرت امیرالمومنین قاتل المشرکین مولاناو مولیٰ الکونین آقاابوالحسنین ''علی علیہ السلام ابن ابی طالب روحی له الفدا''

شاعر فطرت مرزا تصدق حسین صدقؔ جائسی مصنف ''دُرِ بارِ دُربار''

جو کرنی تھی ستم رانی، تو کیوں اے یوسفِ ثانی — دکھا کر روئے نورانی بڑھائی دل کی حیرانی
یہ کیا، پہلے کرم کرنا، کرم پر یوں ستم کرنا — بڑھا کر ربط کم کرنا، لگانے زخم پنہانی
جو کرنی تھی جفا تجھ کو، نہ کرنی تھی وفا تجھ کو — عبث خلق خدا تجھ کو نہ کہتی ظلم کا بانی
بھلا کیوں اس سے کیا حاصل، ستایا بے سبب اک دل — جتا کر الفت باطل کیا زلفوں کا زندانی
پھر اُس پر یہ ستم خوئی کہ ناممکن ہے یکسوئی — نہ کرنی تھی جو دلجوئی تو کی کیوں درد سامانی
کہیں ایسا بھی کرتے ہیں کہ یوں حد سے گذرتے ہیں — جو تجھ پر دل سے مرتے ہیں انھیں پر یہ ستمرانی
کسی دن تو برائے دل بتاتی تھی دوائے دل — پرائے معجزنمائے دل نہ تو نے مصلحت جانی
جفا کا گر کیا شکوا تو اس سے بس یہ مطلب تھا — کہ درد باطنی اپنا عیاں ہو تجھ پہ اے جانی
نہ گر تجھ سے گلا کرتے، تو آخر اور کیا کرتے — ستم کب تک سہا کرتے بتا اے ظلم کے بانی
نہ آہوں میں اثر پایا، نہ پتھر کا جگر پایا — تجھے یوں بے خبر پایا، ہوئی غم کی فراوانی
تری یہ ظلم کی گھاتیں پھر اس پر ہجر کی راتیں — وہ دل سے وصل کی باتیں وہ اپنی چاک دامانی
کبھی کچھ دل کو سمجھانا، کبھی بے موت مرجانا — کبھی بے وجہ گھبرانا، کبھی بڑھنی پریشانی
کبھی یوں شمع سے کہنا کہ شاہد اس کی تو رہنا — ہمارا غم کا یوں سہنا اور اُن کی یہ ستم رانی
تڑپ کر ہم جو مر جائیں، ہمارے بعد وہ آئیں — تجھے جلتا اگر پائیں دکھانا سوز پنہانی
زباں سے یہ اشارہ ہو، کہ جو فرقت کا مارا ہو — اُسے کیوں کر گوارا ہو کہ دکھلائے گراں جانی
جہاں میں نام ہنسوائے ہمیشہ رنج وغم کھائے — مناسب تھا کہ مر جائے نہ دیکھے ہجر جانانی
کسی پر مر کے مر جانا، زمانے سے گذر جانا — جہاں میں نام کر جانا، ہے رسم عشق جانانی
یہی اک تیر سا آکر لگا تھا صدقؔ کے دل پر — نہ مٹتی تھی خلش دم بھر کہ تھا نخچیر مژگانی
نہ مرجاتا تو کیا کرتا، ستم کب تک سہا کرتا — نہ تو وعدہ وفا کرتا، نہ مٹتی اُس کی حیرانی
وہ کچھ اس پر گذرتا تھا نہ جیتا تھا نہ مرتا تھا — جو آہ سرد بھرتا تھا، جگر ہو جاتا تھا پانی

کبھی دل گر سنبھلتا تھا، جگر سوزش سے جلتا تھا
جدھر کروٹ بدلتا تھا، نظر آتی تھی ویرانی

نہ کوئی مونس وہمدم، نہ کوئی مشفق ومحرم
پھر اُس پر نزع کا عالم، ستم‌ہائے فراوانی

اُسے مرنا ہی زیبا تھا کہ مقتول تمنا تھا
تری الفت کا کُشتہ تھا نہ غم کھا اس کا اے جانی

یوں ہی کیں شمع سے باتیں، گزاریں ہجر کی راتیں
نہ ممکن تھیں ملاقاتیں نہ مٹتی تھی پریشانی

نہ یوں بھی دل نے جب مانا، ہوا بیکار سمجھانا
تو آخر بے حجابانہ، پڑھا یہ شعر اے جانی

کسی پر یوں نہ آئے دل، نہ ایسی چوٹ کھائے دل
کہ ہو جو آشنائے دل وہی دے رنج روحانی

غرض یوں ہی گذر کرنا شب فرقت بسر کرنا
جو نالے رات بھر کرنا تو ہونی صبح ہجرانی

ہمیشہ رنج وغم کھائے مگر اب تک نہ گھبرائے
یو ہیں جب دُکھ پہ دُکھ پائے کہا تب دردِ پنہانی

کبھی ایسی خوش اخلاقی، نہ اک میکش رہے باقی
کبھی یہ ظلم اے ساقی، کلیجہ ہوگیا پانی

کہوں کیا تجھ سے میں کیا ہوں غرض جو کچھ ہوں جیسا ہوں
نثار رُوئے زیبا ہوں، فدائے چشم فتانی

طپش میں شمع آسا ہوں بہت مدت کا پیاسا ہوں
ترا اگلا شناسا ہوں مِٹا میری پریشانی

سُن اے گلفام اے ساقی نہ رکھ ناکام اے ساقی
مجھے اک جام اے ساقی پلا باخندہ پیشانی

مگر وہ جام دے مجھ کو کہ جو کچھ کام دے مجھ کو
شراب عام دے مجھ کو نہ اے شمع شبستانی

میں اُس ساغر کا ہوں خواہاں جسے پیتے نہیں انساں
ہے طالب جس کا خود رضواں نہیں ملتا بہ آسانی

اگر اتنا کرم کر دے، جو کہتا ہوں بہم کردے
ستم کو اپنے کم کردے تو میری دیکھ لسّانی

جو آگے جام صہبا ہو، عجب اک جوش پیدا ہو
سُنے جو اس کو سکتا ہو پڑھوں وہ مطلع ثانی

یہ بُلبل کی غزل خوانی یہ گل کی چاک دامانی
سر اَوراق بُستانی نمایاں راز پنہانی

چمن میں دَورِ بُلبل ہے، خوشی سے مست ہر گل ہے
پریشاں اب نہ سُنبل ہے، نہ ہے نرگس کو حیرانی

عجب رنگِ گلستان ہے، جو غنچہ ہے وہ خنداں ہے
جو گُل ہے وہ درخشاں ہے، جو بیلیں ہیں، وہ لاثانی

کہیں پھولی چنبیلی ہے، حسینوں کی سہیلی ہے
کہیں چمپا اکیلی ہے، کہیں جوئی ہے مستانی

کہیں شبو کا تھا لاہے، کہیں صد برگ لالا ہے
کہیں سبزے پہ ژالا ہے، کہیں نہرِ گلستانی

کسی جانب گل گلشن، بہار وادیٔ ایمن
دکھا کر کرتے ہیں قدغن، بن اے بُلبل نہ دیوانی

یہی اک شب غنیمت ہے، ذرا سا لطفِ صحبت ہے
اگر کچھ دل میں حسرت ہے، تو کرلے جشن سامانی

نہیں، کل پھر نہ ہم ہوں گے، نہ یہ ساماں بہم ہوں گے
تجھے کیا کیا نہ غم ہوں گے اگر دیکھے گی ویرانی

سُنی یہ گفتگو جس دم، ہوا سکتے کا اک عالم — کہ ہے یہ ربط کیوں باہم، کوئی ہے، سرِّ پنہانی

بہت چاہا کہ ہو ظاہر کسی صورت سے ہوں ماہر — نہ عقدہ کُھل سکا آخر کہ کم ہوتی پریشانی

مگر تائید غیبی تھی کہ اُلجھن مِٹ گئی ساری — سُنی جس وقت بُلبل کی یہ گلشن میں غزل خوانی

نہیں صیاد کا کھٹکا، خوشی اس وقت ہے زیبا — ولادت سے علیؑ کی خانۂ کعبہ ہے نورانی

کھلا یہ عقدۂ مبہم، ہوئیں حیرانیاں سب کم — ہوا ساکن دلِ برہم، مٹی ساری پریشانی

خوشی میں ولولہ آیا، عجب اک جوش سا آیا — خیال اس بات کا آیا ہے لازم تہنیت خوانی

گل گلزار ایمانی دُرِ دریائے عرفانی — بہار باغِ ایقانی سراپا نورِ یزدانی

حکیم وقاضی وعادل، کریم وعابد وباذل — حلیم ومفتی وفاضل، علیمِ رمزِ قرآنی

عمید ومالک وسرور، مجید وشاہِ دیں پرور — وحید وفاتح وصفدر فقیہِ جیّد و عانی

کفیل عاجز و مضطر، دلیل جادۂ کوثر — وکیل شرع پیغمبرؐ ید معبودِ رحمانی

امیرِ یثرب و بطحا، وزیر شاہِ بے ہمتا — بشیر جنت الماویٰ نذیر نار نیرانی

امام وساقیٔ کوثر، وصی وخویش پیغمبرؐ — امیرالمومنین حیدرؑ، حبیب رب سبحانی

وہ ناعش، کفو زہراؑ کا، خدا کے گھر ہوا پیدا — مبارک باد اے عیسیٰؑ، نوید اے مریمؑ ثانی

مبارک یا نبیؐ تم کو، اخی تم کو وصی تم کو — علیؑ سا متقی تم کو مِلا داماد لاثانی

تمہیں اب صدق ہے زیبا، کہ روکو ولولہ دل کا — ہے پڑھنا مختصر اچھا، قصیدہ کیوں ہو طولانی

جو کرنی ہو دعا کرلو، ادب سے التجا کرلو — گزارش برملا کرلو، مدد اے شیر یزدانی

یہاں تک رنج وغم کھائے، زمانے سے یہ دُکھ پائے — کہ تا ''پرتاپ گڑھ'' آئے سنانے درد پنہانی

نگاہ لطف بس کیجئے، نہ اس میں پیش وپس کیجئے — توجّہ اک نفس کیجئے، پئے محبوب سبحانی

اگر اتنا اشارہ ہو، الم پھر دور سارا ہو — شگفتہ دِل ہمارا ہو، مثال روئے جانانی

ہرآفت سے اماں پائیں، غم دوراں سے چھُٹ جائیں — مرادیں دل کی بر آئیں، خوشی کی ہو فراوانی

مثال عارض جاناں، رُخ احباب ہو تاباں — برنگِ کاکلِ پیچاں، ہو اعدا کو پریشانی

(جائس ۱۴؍اگست ۱۹۵۵ء)